مولانا سعید احمد جلال پوری صاحب

کڑوا سچ

جناب حامد میر کی خدمت میں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

www.banuri.edu.pk

قلم وقرطاس اور زبان وبیان دو دھاری تلواریں ہیں، اگر ان کے صحیح استعمال سے دین وشریعت کی ترجمانی اور نجاتِ آخرت کا سامان کیا جاسکتا ہے، تو باطل، اہل باطل کی ترجمانی اور حقائق مسخ کر کے اپنی دنیا وآخرت برباد بھی کی جاسکتی ہے۔

جب تک مسلمانوں کے دلوں میں خوفِ خدا، خشیتِ الٰہی اور فکرِ آخرت تھی، ناممکن تھا کہ ان کی زبان وبیان اور قلم وقرطاس سے خلافِ حقیقت کوئی بات صادر ہوتی، لیکن جب سے ان کے دلوں سے فکرِ آخرت اور خوف خدا رخصت ہوا ہے، وہ بلاتکان ہر قسم کا جھوٹ، سچ بولنے اور لکھنے لگے ہیں، اور انہیں یہ احساس تک نہیں رہا کہ کل قیامت کے دن اس کا حساب دینا ہوگا؟ یا ہمیں اپنی کسی تحریر وکلام کا جواب بھی دینا ہوگا؟ حالانکہ قرآن کریم میں ہے: "**مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید**" (ق: ۱۸)... نہیں بولتا کوئی بات، مگر ہوتا ہے اس کے پاس ایک نگہبان تیار... یعنی فرشتے خدا کے حکم سے ہر وقت اس کی تاک میں رہتے ہیں، جو لفظ اس کے منہ سے نکلے، وہ لکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح جو بات بھی قلم سے صادر ہو، اس کو بھی محفوظ کرلیا جاتا ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ کافر تو کافر شاید اب مسلمانوں کو بھی اس کا یقین نہیں رہا کہ ہمیں اپنے اچھے بُرے کا جواب دینا ہوگا، یا ہم نے خدانخواستہ کسی کی طرف غلط بات منسوب کی تو عنداللہ اس کو ثابت کرنا ہوگا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ زندہ تو زندہ اب مردے بھی ان کے ظلم وستم اور کذب وافترا ٔسے محفوظ نہیں۔ کچھ اسی قسم کا معاملہ روزنامہ جنگ کے ایک کالم نگار جناب حامد "میر" صاحب کا ہے۔ نہیں معلوم کہ وہ کون سے "میروں" سے ہیں؟ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان کو قلم وقرطاس کی "نعمت" اور میڈیا سے وابستگی کی "سعادت" سے نوازا ہے، اور ان کا "بے باک" قلم منہ زور گھوڑے کی طرح آئے دن کسی نہ کسی کی پگڑی اچھالتا رہتا ہے۔ تہمت طرازی، الزام تراشی، غلط بیانی اور حقائق کو مسخ کرنا تو "میر" صاحب کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، چنانچہ آج سے کوئی ساڑھے پانچ سال قبل بھی روزنامہ جنگ کراچی ۲۵/ اگست

۲۰۰۳ء کی اشاعت میں موصوف نے ''ملا پاور'' کے نام سے ایک تاریخی جھوٹ تراش کر یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ ۱۹۷۴ء کی اینٹی قادیانی تحریک اور مسئلہ ختم نبوت میں علماء اور کارکنانِ ختم نبوت کا کوئی کردار نہیں تھا اور یہ مسئلہ کسی تحریک کے بغیر محض پی پی پی راہنما ذوالفقار علی بھٹو کی ذاتی دل چسپی سے حل ہوا تھا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''... ذوالفقار علی بھٹو نے ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ کے ذریعہ قانون منظور کروا کر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوایا، ۱۹۷۴ء کی اسمبلی میں بھٹو ملاؤں کے قطعاً محتاج نہ تھے اور نہ ہی اس وقت سڑکوں پر کوئی تحریک چل رہی تھی، قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ پاکستانی مسلمانوں کی اکثریت کی مرضی سے ہوا...''

کیا کوئی باشعور مسلمان باور کرسکتا ہے کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم بغیر کسی تحریکی دباؤ کے ازخود فرمادی تھی؟ ہمارے خیال میں اتنا بڑا تاریخی جھوٹ ''میر'' صاحب کے علاوہ کسی کو زیب نہیں دیتا، ورنہ کون نہیں جانتا کہ ربوہ اسٹیشن پر قادیانی جارحیت کے خلاف اٹھنے والی تحریک نے جب مسلمانانِ پاکستان کو بیدار کیا تو اسمبلی کے اندر مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ، پروفیسر غفور احمد وغیرہ حضرات نے اور اسمبلی سے باہر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ اور دوسرے اکابر نے مسلمانوں کی قیادت کا فریضہ سرانجام دیا، تو حکومت پاکستان اور جناب ذوالفقار علی بھٹو عوامی دباؤ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئے؟ کیا اس تحریک میں براہ راست شرکت کرنے والے، شہدأ کے ورثأ اور ہزاروں فرزندانِ توحید اس کے گواہ نہیں کہ یہ تحریک مئی ۱۹۷۴ء سے ستمبر ۱۹۷۴ء تک مسلسل پانچ ماہ تک برپا رہی اور اسی کی برکت سے یہ مسئلہ حل ہوا تھا؟ مگر موصوف اس کے برعکس فرماتے ہیں کہ: ''نہ ہی اس وقت سڑکوں پر کوئی تحریک چل رہی تھی.....''

''میر'' صاحب اگر ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم بھٹو صاحب کے دستخطوں کی وجہ سے ان کے کھاتے میں ڈالی جاسکتی ہے اور مسلسل پانچ ماہ تک پوری پاکستانی عوام کی جدوجہد کی نفی کی جاسکتی ہے، تو کیا آپ کسی کو یہ کہنے کی بھی اجازت دیں گے؟ کہ معزول ججوں کی بحالی بھی زرداری صاحب کی مرہون منت ہے اور وکلاء کا اس کے پیچھے کوئی کردار نہیں، کیونکہ زرداری صاحب معزول ججوں کی بحالی میں وکلاء کے قطعاً محتاج نہیں تھے، اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو تحریک تحفظ ختم نبوت میں علماء کی مساعی کا انکار کیوں کیا جاسکتا ہے؟

اسی طرح انہوں نے اسی کالم میں یہ گوہر افشانی بھی فرمائی تھی کہ:

''جہاد کشمیر کا ۱۹۴۷ء میں آغاز ہوا تو ملاؤں کی طرف سے اس جہاد کو کفر قرار دیا گیا''

ایسا لگتا ہے کہ موصوف کالم لکھتے وقت ہوش میں نہیں تھے یا ان پر نیند کا غلبہ تھا، ورنہ کون نہیں جانتا کہ:

''جب وزیر اعظم پاکستان نوابزادہ لیاقت علی خان مرحوم نے کشمیر میں اعلانِ جنگ کردیا، جس پر پوری قوم ان کی ہمنوا بن گئی، اس جنگ میں مجلس احرار اسلام سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئی اور اس نے حکومت پاکستان کے موقف کی بھرپور اور دوٹوک حمایت کا اعلان

www.banuri.edu.pk

کردیا، مجلس احرارِ اسلام نے اس موقع پر دفاعِ پاکستان کے عنوان پر جلسوں کا اعلان کر کے رائے عامہ ہموار کرنے اور قوم میں جذبہ جہاد پیدا کرنے کی مہم شروع کردی، پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں زبردست جلسے کئے گئے، عوام اور فوج دونوں کا لہو گرمایا گیا، انہیں جہاد کی اہمیت وافادیت سے آگاہ کیا گیا، مجلس احرار اسلام کے تمام راہنما اس جدوجہد میں شریک ہوگئے۔'' (تحریک کشمیر سے تحریک ختم نبوت تک، از چوہدری غلام نبی، ص:۱۲۵)

ان ہر دو اقتباسات سے موصوف کی ''راست'' بیانی اور تہمت تراشی کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بہرحال ہم نے اس وقت بھی موصوف کی خدمت میں مفصل گزارشات عرض کی تھیں، عین ممکن ہے کہ ان کی نظر سے نہ گزری ہوں، افسوس کہ حال ہی میں ''میر'' صاحب کا ''صداقت انگیز'' اور ''فرض شناس'' قلم ایک بار پھر حرکت میں آیا ہے، چنانچہ روزنامہ جنگ کراچی ۲۶/ مارچ ۲۰۰۹ء کی اشاعت میں موصوف نے اپنے کالم ''بلاول کا خیال کیجئے'' میں ایک بار پھر اپنی سابقہ ''سچ گوئی'' کا اعادہ کرتے ہوئے چند نئے اور تازہ شگوفے چھوڑے ہیں۔

یقیناً ''میر'' صاحب! اپنی عادت سے مجبور ہوں گے، مگر ہم ان سے اتنا عرض کرنا چاہیں گے کہ آپ ''یہ کرم فرمائی'' صرف زندوں کی حد تک روا رکھیں تو زیادہ مناسب ہوگا اور مرحومین کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیں تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

''میر'' صاحب نے اپنے تازہ کالم میں مولانا فضل الرحمٰن کو فہمائش کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''وکلاء کے لئے معزول ججوں کی بحالی کے لئے تحریک اتنی ہی اہم تھی جتنی اہم تحریک پاکستان تھی، تحریک پاکستان میں بھی کچھ مولانا صاحبان نے علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے خلاف طرح طرح کے فتوے صادر کئے، نوبت یہاں تک آئی کہ علامہ اقبالؒ کو جمعیت علماء ہند کے رہنما مولانا حسین احمد مدنی کے خلاف اشعار کہنا پڑ گئے....''

موصوف نے علامہ اقبال مرحوم کے متنازعہ اشعار کا سبب، ان کے خلاف حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے فتویٰ کو قرار دیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ''میر'' صاحب علماء دشمنی کی ''برکت'' سے عقل وخرد کی سطح سے بہت ''اونچے'' جاچکے ہیں، ورنہ کون نہیں جانتا کہ حضرت مدنیؒ نے علامہ اقبالؒ کے خلاف نہ ایسا کوئی فتویٰ دیا تھا اور نہ ہی علامہ اقبال نے اپنے کسی ذاتی انتقام میں وہ متنازعہ اشعار کہے تھے، اگر بغور دیکھا جائے تو اس تحریر میں ''میر'' صاحب نے جہاں حضرت مدنیؒ کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے، اس سے کہیں زیادہ انہوں نے علامہ اقبالؒ کی شخصیت کو داغدار کیا ہے، کیونکہ ان کی تحریر سے یہی تاثر ابھر کر سامنے آتا ہے کہ علامہ اقبالؒ جیسا بڑا آدمی بھی معمولی اور چھوٹے لوگوں کی طرح اپنی انا کے لئے ہجو ومدح کا مشغلہ اپنایا کرتا تھا۔

دوسری طرف تاریخ پاکستان کا ادنیٰ کارکن بھی جانتا ہے کہ ان اشعار کا پس منظر یہ تھا کہ جنوری ۱۹۳۸ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ نے اپنی ایک تقریر میں دورِ جدید کے نظریہ قومیت کا تذکرہ کرتے

www.banuri.edu.pk

ہوئے فرمایا تھا کہ:

''موجودہ زمانہ میں قومیں مذہب سے نہیں، بلکہ اوطان سے بنتی ہیں''

لیگی اخبارات نے حضرت کے اس بیان کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور حضرت مدنیؒ کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ:

''وہ ملت از وطن است'' کے قائل ہیں، اور مسلمانوں کو یہ تلقین کر رہے ہیں کہ وہ مذہب کی بجائے وطن کو قومیت کی بنیاد بنائیں''

یہ پروپیگنڈہ اتنا شدید تھا کہ پورے ملک میں حضرت مدنیؒ کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کر دیا گیا، اس اخباری پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر علامہ محمد اقبال مرحوم نے بھی حضرت مدنیؒ کے بارہ میں مشہور قطعہ ''عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ'' لکھ کر اخبارات میں شائع کرا دیا۔

اس پر علامہ عبدالرشید نسیمؒ جو طالوت کے قلمی نام سے متعارف تھے، حضرت مدنیؒ اور علامہ اقبال مرحوم دونوں کے عقیدت مند تھے، انہوں نے اس قضیہ کو سلجھانے کے لئے حضرت مدنیؒ کی خدمت میں اصل واقعہ کی تحقیق کے لئے تفصیلی عریضہ لکھا، حضرت مدنی قدس سرہ نے اس کا تفصیلی جواب لکھا اور فرمایا کہ: ''ملت از وطن است'' کا نظریہ لیگی اخبارات کا تراشیدہ خالص تہمت ہے، میں نے اپنی تقریر میں دورِ جدید کا یہ نظریہ ذکر کیا تھا کہ: ''قومیں مذہب سے نہیں، بلکہ اوطان سے بنتی ہیں۔''

مولانا طالوتؒ نے مولانا مدنیؒ کے اس مکتوب کے اقتباسات علامہؒ کو لکھ بھیجے، علامہ اقبال مرحوم حضرت مدنیؒ کی وضاحت سے مطمئن ہو گئے اور انہوں نے اپنا اعتراض واپس لے لیا، اور اس تنقیدی نظم سے رجوع کر لیا، چنانچہ علامہؒ کا یہ تردیدی بیان اخبار احسان لاہور میں بایں الفاظ شائع ہوا:

''میں نے مسلمانوں کو وطنی قومیت اختیار کرنے کا مشورہ نہیں دیا۔''

(حضرت مدنیؒ کا بیان)

''مجھے اس اعتراف کے بعد ان پر اعتراض کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔''

(علامہ اقبال کا مکتوب)

''قومیت و وطنیت کے مسئلہ پر ایک علمی بحث کا خوشگوار خاتمہ''

جناب ایڈیٹر صاحب ''احسان'' لاہور

السلام علیکم!

میں نے جو تبصرہ مولانا حسین احمد صاحب کے بیان پر شائع کیا ہے اور جو آپ کے اخبار میں شائع ہو چکا ہے، اس میں، میں نے اس امر کی تصریح کر دی تھی کہ اگر مولانا کا یہ ارشاد: ''زمانہ حال میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں'' محض برسبیل تذکرہ ہے تو مجھے اس پر کوئی

www.banuri.edu.pk

اعتراض نہیں ہے اور اگر مولانا نے مسلمانانِ ہند کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ جدید نظریہ قومیت کو اختیار کرلیں تو دینی پہلو سے مجھے اس پر اعتراض ہے، مولوی صاحب کے اس بیان میں جو اخبار ''انصاری'' میں شائع ہوا ہے، مندرجہ ذیل الفاظ ہیں:

''لہٰذا ضرورت ہے کہ تمام باشندگان ملک کو منظّم کیا جائے، اور ان کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کر کے کامیابی کے میدان میں گامزن بنایا جائے، ہندوستان کے مختلف عناصر اور متفرق ملل کے لئے کوئی رشتہ اتحاد بجز قومیت اور کوئی رشتہ نہیں جس کی اساس محض یہی ہوسکتی ہے۔''

ان الفاظ سے تو میں نے یہی سمجھا کہ مولوی صاحب نے مسلمانانِ ہند کو مشورہ دیا ہے، اسی بنا پر میں نے وہ مضمون لکھا جو اخبار ''احسان'' میں شائع ہوا ہے، لیکن بعد میں مولوی صاحب کا ایک خط طالوت صاحب کے نام آیا، جس کی ایک نقل انہوں نے مجھ کو بھی ارسال کی ہے، اس خط میں مولانا ارشاد فرماتے ہیں:

''میرے محترم سر صاحب کا ارشاد ہے کہ اگر بیان واقعہ مقصود تھا تو اس میں کوئی کلام نہیں ہے اور اگر مشورہ مقصود ہے تو وہ خلافِ دیانت ہے، اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ پھر الفاظ پر غور کرلیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ تقریر کے لاحق وسابق پر نظر ڈالی جائے، میں یہ عرض کر رہا تھا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں، یہ اس زمانے کی جاری ہونے والی نظریت اور ذہنیت کی خبر ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ ہم کو ایسا کرنا چاہئے، یہ خبر ہے، انشا نہیں ہے۔ کسی ناقل نے مشورے کو ذکر بھی نہیں کیا، پھر اس کو مشورہ قرار دینا کس قدر غلطی ہے۔

خط کے مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانانِ ہند کو جدید نظریہ قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا، لہٰذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق اعتراض کرنے کا نہیں رہتا، میں مولانا کے ان عقیدت مندوں کے جوش عقیدت کی قدر کرتا ہوں جنہوں نے ایک دینی امر کی توضیح کے صلے میں پرائیویٹ خطوط اور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں، خدائے تعالیٰ ان کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستفید فرمائے، نیز ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں، میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔''

محمد اقبال

(اقبال کے ممدوح علماء، ص: ۸۶، ۸۷)

کیا ''میر'' صاحب یہ بتلانا پسند فرمائیں گے کہ اس میں علامہ اقبالؒ کے خلاف حضرت مدنیؒ کے کسی فتویٰ کا کہیں ذکر ہے؟ اگر نہیں! اور یقیناً نہیں! تو ان کے اس ارشاد کا کیا معنی؟ کہ '': کچھ مولانا صاحبان نے علامہ اقبال اور

www.banuri.edu.pk

قائداعظم کے خلاف طرح طرح کے فتوے صادر کیئے،نوبت یہاں تک آئی کہ علامہ اقبال کو جمعیت علماء ہند کے راہنما مولانا حسین احمد مدنی کے خلاف اشعار کہنا پڑے۔''

''میر'' صاحب! علامہ اقبالؒ نے تو غلط فہمی دور ہونے پر اپنے ان اشعار سے رجوع فرما کر دل صاف کرلیا تھا، لیکن پون صدی گزرنے کے باوجود آج تک آپ کے سینے سے حضرت مدنیؒ کا بغض نہیں نکلا، آخر کیوں؟؟؟

''میر'' صاحب! سیاسی اور نظریاتی اختلاف ہوا کرتے ہیں اور اس کا ہر ایک کو حق ہے، لیکن سیاسی اختلاف کی آڑ لے کر کسی اللہ والے کی کردار کشی کرنا کون سی شرافت و دیانت ہے؟

کیا علامہ اقبال کو قائداعظم محمد علی جناح سے اختلاف نہیں تھا؟ کیا انہوں نے جناح صاحب کے بارہ میں یہ نہیں فرمایا تھا؟:

''لندن کے چرخ نادرہ فن سے پہاڑ پر
اترے مسیح بن کے محمد علی جناح
نکلے گی تن سے تو کہ رہے گی بتا ہمیں
اے جانِ برلب آمدہ اب تیری کیا صلاح
دل سے خیالِ دشت و بیاباں نکال دے
مجنوں کے واسطے ہے یہی جادہ فلاح
آغا امام اور محمد علی ہے باب
اس دین میں ہے ترکِ سوادِ حرم مباح
بشریٰ لکم کہ منتظر ما رسیدہ ہست
یعنی حجابِ غیبتِ کبریٰ دریدہ ہست''

(روزنامہ زمیندار، مورخہ ۹/نومبر ۱۹۲۱ء)

جب علامہ صاحبؒ کا جناح صاحب سے اختلاف ختم ہوگیا اور انہوں نے ان اشعار سے رجوع فرمالیا، تو کیا آپ نے کبھی اپنے کسی کالم میں علامہؒ کے ان اشعار یا علامہؒ کے اس اختلاف کا بھی تذکرہ کیا ہے؟ اگر علامہ صاحبؒ کا قائداعظم صاحب کے بارہ میں یہ رجوع معتبر ہے، تو حضرت مدنیؒ کے بارہ میں ان کا رجوع کیوں معتبر نہیں؟ اگر علامہؒ کی اس نظم کو بنیاد بنا کر قائداعظم پر تنقید نہیں کی جاسکتی تو علامہؒ کے رجوع کے باوجود ان کی اس متنازعہ نظم کی آڑ میں حضرت مدنیؒ پر تنقید کیوں کی جاتی ہے؟ اگر علامہؒ کے رجوع کی وجہ سے ان کے مجموعہ کلام سے قائداعظم پر تنقید والی نظم حذف کی جاسکتی ہے تو حضرت مدنیؒ کے خلاف لکھی گئی نظم کو رجوع کے باوجود ان کے مجموعہ کلام سے کیوں حذف نہیں کیا جاسکتا؟

اس تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیے، چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ لکھتے ہیں:

''بعض شخصیتوں کے بارے میں علامہ اقبال نے جو مدحیہ نظمیں کہیں، ان کو بھی چونکہ

''وقتی چیز'' سمجھا گیا، اس لئے پرستارانِ اقبال ان کو اقبال سے منسوب کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے، بلکہ انہیں متروکات سخن شمار کرتے ہیں، اس کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، مگر یہاں ہم صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں، پہلی مثال ان مدحیہ اشعار کی ہے جو گاندھی کی تعریف و توصیف میں پڑھے گئے اور جن کا ذکر عبدالمجید سالک نے ''ذکرِ اقبال'' میں کیا ہے:

''گاندھی سے اک روز یہ کہتے تھے مالوی
کم زور کی کمند ہے دنیا میں نارسا
نازک یہ سلطنت صفت برگ گل نہیں
لے جائے گلستان سے اڑا کر جسے صبا
گاڑھا ادھر ہے زیب بدن اور ادھر زرہ
صرصر کی رہ گزر میں کیا عرض توتیا
پس کر ملے گا گرد رہ روزگار میں
دانہ جو آسیا سے ہوا قوت آزما
بولا یہ بات سن کر کمال وقار سے
وہ مرد پختہ کار وحق اندیش و باصفا
خارا حریف سعی ضعیفاں نمی شود
صد کوچہ ایست دربن زنداں خلال را''

دوسری مثال ان اشعار کی ہے جو ''وار کانفرنس'' میں تاج برطانیہ کی شان میں پڑھے گئے، عبدالمجید سالک لکھتے ہیں:

''دہلی میں وار کانفرنس منعقد کی تو بطور خاص نواب ذوالفقار علی خان کی وساطت سے علامہ اقبال کو بھی طلب کیا اور اس موقع کے لئے ایک نظم کی فرمائش کی، علامہ نے مجبور ہو کر ایک مسدس لکھا جس کے کل نو بند ہیں، بطور نمونہ دو بند ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں، یہ نظم یونیورسٹی ہال لاہور میں پڑھی گئی:

''اے تاج دارِ خطہ جنت نشانِ ہند
روشن تجلیوں سے تری خاورانِ ہند
محکم ترے قلم سے نظامِ جہانِ ہند
تیغ جگر شگاف تری پاسبانِ ہند
ہنگامہ وغامیں مرا سر قبول ہو

اہل وفا کی نذر محقر قبول ہو
تلوار تیری دہر میں نقادِ خیرو شر
بہ روز جنگ توز جگر سوز سینہ در
رایت تری سپاہ کا سرمایہ ظفر
آزادِ پرکشادہ پری زادہ یم سپر
سطوت سے تیری پختہ جہاں کا نظام ہے
ذرے کا آفتاب سے اونچا مقام ہے''
(ذکرِ اقبال،ص:۸۶،۸۷)

(ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں:ص:۲۴،ج:۱)

کیا کبھی ''میر'' صاحب یا ان کے ہمنواؤں نے ان اشعار کو بنیاد بنا کر علامہ اقبالؒ کو انگریز یا ہندو سامراج کا حامی کہا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو ایک غلط فہمی کی بنا پر کہی گئی نظم یا اشعار کو، جن سے بعد میں انہوں نے رجوع بھی کرلیا تھا، حضرت مدنیؒ کی مخالفت کا جواز کیونکر بنایا جاتا ہے؟

''میر'' صاحب نے روزنامہ جنگ ۳۰/ مارچ ۲۰۰۹ء کے اپنے کالم اور ''سنہری موقع ضائع ہوگیا'' میں مکرر حضرت مدنیؒ پر تنقید کے جواز میں ڈاکٹر جاوید اقبال کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

''اس نظم کو علامہ اقبال کے مجموعہ کلام میں اس لئے باقی رکھا گیا کہ حضرت مدنی نے علامہ کی وفات کے بعد بھی ان پر حملے جاری رکھے، یہی وجہ تھی کہ اقبال کی وفات کے بعد شعری مجموعہ ''ارمغانِ حجاز'' شائع ہوا تو چوہدری محمد حسین نے اس میں مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق اقبال کے تنقیدی اشعار شامل کردیئے۔''

''میر'' صاحب! آپ بھی ''لکھے پڑھے'' ہیں اور اپنے آپ کو تاریخ دان بھی سمجھتے ہیں، اور آپ کا اقبالیات پر مطالعہ بھی ہوگا، کیا آپ نے کہیں حضرت مدنیؒ کا علامہؒ کے خلاف کوئی ''حملہ'' دیکھا؟ اگر ایسا کچھ تھا تو اس کی کوئی ایک آدھ مثال پیش فرمادی ہوتی کہ حضرت مدنیؒ نے کب اور کہاں اور کس بنا پر علامہ اقبالؒ کی کردار کشی کی تھی؟ یا ان پر حملے کئے تھے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو اس اتہام کا کیا جواز ہے؟

جناب ''میر'' صاحب، اپنے کالم ''بلاول کا خیال کیجئے!'' میں حسب عادت مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ کی کردار کشی اور تہمت تراشی سے ''شغل'' فرماتے ہوئے ان پر الزام لگاتے ہیں کہ:

''... تحریک پاکستان کے ایک نامور مورخ ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی نے اپنی کتاب ''زوال سے اقبال تک'' میں ایک عجیب قصہ لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں

www.banuri.edu.pk

مفتی کفایت اللہ اور مولانا حسین احمد مدنی مسلم لیگ کی حمایت کے لئے راضی تھے، لیکن انہوں نے اس حمایت کے اخراجات کے لئے پچاس ہزار روپے طلب کئے، یہ رقم اس زمانہ میں بہت زیادہ تھی، قائداعظم یہ مطالبہ پورا نہ کرسکے اور مولانا صاحبان گانگریس کی طرف چلے گئے، کیونکہ وہاں سے ان کے مالی تقاضے پورے ہوگئے تھے....''

اس چندسطری تحریر کے ذریعہ ''میر'' صاحب نے جو ''عظیم'' کارنامہ انجام دیا ہے، باوجود صد مساعی کے انگریز بہادر بھی نہیں دے سکا، ہمارے خیال میں اس تحریر سے جتنا اسلام دشمن قوتیں، خصوصاً ہندو اور انگریز خوش ہوئے ہوں گے، شاید اتنا خود ''میر'' صاحب بھی نہ ہوئے ہوں گے، اس لئے کہ باوجود لاکھ مخالفتوں اور عداوتوں کے انگریز بہادر حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے جاں نثاروں پر مالی منفعت کے حصول کا الزام نہیں لگا سکا، اور وہ لگا تا بھی کیسے کہ انگریز کی مخالفت میں حضرت شیخ الہندؒ کے نامور شاگرد حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ نے حرمین کے قیام، روضۂ اطہر اور مسجد نبوی کے جوار، حدیث نبوی کی تدریس اور آزادی کی زندگی پر انگریز کی مخالفت اور کالا پانی کی قید تنہائی کو ترجیح دی۔

''میر'' صاحب! اگر یہ لوگ روپے پیسے کی لالچ رکھتے تو یقیناً ہندوؤں اور مسلم لیگ والوں سے زیادہ انگریز ان کی قیمت لگاتا، اگر دنیاوی اور مالی منفعت ان کا مقصود ہوتا تو ان کو بھی ''سر'' کا خطاب مل جاتا، ان کو بھی جاگیریں مل جاتیں، ان کو بھی سرکار انگریز کا تقرب حاصل ہو جاتا، ان کو تحریک ریشمی رومال، تحریک شہیدین، شاملی، اور ۱۸۵۷ء کی جنگیں لڑنے کی ضرورت کیوں پیش آتی؟ ان کے خلاف پھانسی کے پھندے کیوں تیار کئے جاتے؟ اور انہیں انگریزی فوج میں بھرتی کے خلاف فتویٰ دینے کی نوبت نہ آتی اور ان کو یہ دھمکی بھی نہ سننا پڑتی کہ: ''مولانا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے اس فتویٰ پر آپ کو پھانسی کی سزا ہوسکتی ہے'' اور خالق دینا ہال میں انہیں یہ کہنے کی تکلیف بھی نہ کرنا پڑتی کہ: ''جی ہاں! معلوم ہے، جب ہی تو میں اپنا کفن اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں'' اگر ان کو مالی منفعت عزیز ہوتی تو وہ مسجد نبوی کی تدریس کیوں چھوڑتے؟ وہ آزادی کی زندگی پر قید تنہائی کو کیوں ترجیح دیتے؟ اگر ان کو دنیائے دنی کا خیال ہوتا تو مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف آتش زیر پا کیوں کرتے؟ اگر ان کو دنیا ہی لینا تھی تو وہ فقیری کو کیوں ترجیح دیتے؟ اگر ان کو مال واسباب مطلوب ہوتا تو وہ ساری زندگی ایسی عسر اور تنگی کی زندگی کیوں گزارتے کہ گھر میں ایک بجلی کا پنکھا تک نہ لگا سکے؟ اور پوری عمر گھر میں غسل خانہ نہ بنا سکے؟ اور گھر کے اندرونی کمرے میں بنے قدمچے پر غسل کرتے رہے؟ اگر ان کو مالی مفادات حاصل کرنا ہوتے تو بلا تنخواہ دارالعلوم دیوبند سے چھٹی لے کر مسلم لیگ کی حمایت میں مسلمانوں کو بیدار نہ کرتے؟ اگر ان کو مال واسباب ہی سمیٹنا تھا تو وہ جامعہ ازہر کی مسند تدریس، اس وقت کا ایک ہزار مشاہرہ، مکان، گاڑی، سالانہ آمدورفت کے ٹکٹ کو چھوڑ کر دارالعلوم دیوبند کی معمولی تنخواہ پر گزارا کیوں کرتے؟ اگر ان کو عزت وجاہ اور ناموری وشہرت مطلوب ہوتی تو آزادی کے بعد ہندوستان کے سول اعزاز ''پدم بھوشن'' کو کیوں ٹھکراتے؟ اگر ان کو راحت و عافیت مطلوب ہوتی اور ان کی مساعی، مفادات کے گرد گھومتیں تو وہ تھرڈ کلاس میں سفر کیوں کرتے؟ اگر ان کا مقصد مال سمیٹنا ہوتا تو وہ حزم واحتیاط کا اس قدر پاس کیوں کرتے کہ جمعیت علماء ہند کے امیر ہونے کے باوجود اپنی ذاتی ضرورت

کے لئے جمعیت علماء کے لیٹر پیڈ کے استعمال سے احتراز کرتے؟ ''میر'' صاحب! اگر یہ لوگ پیسے کے بھوکے ہوتے تو حضرت مفتی کفایت اللہؒ دو لاکھ کی خطیر رقم کیوں ٹھکراتے؟

''میر'' صاحب! ایسے باخدا، رشک ملائک اور کردار کے غازیوں پر ایسے ناروا اور گھٹیا الزام لگانا کیا آسمان پر تھوکنے کے مترادف نہیں ہے؟ کیا اس طرح کرنے سے آپ کی عزت بڑھ جائے گی؟ یا ان کا مقام گر جائے گا؟

ہائے افسوس! کہ آج اخلاقی قدریں اس قدر زوال پذیر ہوگئی ہیں کہ جن کی شرافت، دیانت، تقویٰ، طہارت، خداخوفی کے کٹر سے کٹر مخالف، حتیٰ کہ اسلام دشمن ہندو اور انگریز بھی قائل و معترف تھے اور باوجود لاکھ عداوت کے، ان کے خلاف ایسا کوئی الزام وافترا نہیں تراش سکے تھے، آج انہیں نفوس قدسیہ کے خلاف ان لوگوں کا قلم اور زبان حرکت میں ہے، جن کے عقائد واعمال اور سیرت وکردار اور ماضی وحال کا کچھ پتہ نہیں اور ان کا قبلہ بدلتی حکومتوں کے ساتھ تبدیل ہوجاتا ہے، جو غرض وفرض میں امتیاز وتمیز نہیں کرسکتے، جن کا معاش قلم وکالم کا مرہون منت ہے، جو اربابِ اقتدار کی نگاہ انتقام کی تاب نہیں لاسکتے، جو اپنے باس اور افسر کی نگاہ التفات کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار رہتے ہیں اور بڑوں کی ہر ناجائز کو جواز کا چولا پہنانے کی فکر میں رہتے ہیں۔

تاہم ''میر'' صاحب کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے ہم اتنا عرض کریں گے کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ نے اپنے ممدوح ''نامور مؤرخ'' تمیمی صاحب کی ''اچھوتی تاریخ'' اور ان کے تاریخی ''انکشافات'' کے علاوہ مشہور مسلم لیگیوں کی تحریریں بھی پڑھی ہوتیں، تو آپ کو اس مبنی بر عداوت پروپیگنڈا سے متاثر ہونے، اسے اپنی تحریر کا حصہ بنانے اور بعد میں اس کی تغلیط کی وجہ سے خفت وشرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑتا، لیجئے اس سلسلہ کے حقائق پڑھئے اور سر دھنیئے:

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ پر سب سے پہلے کیچڑ اچھالنے کی ''سعادت''، رافضی مکتبہ فکر کے مشہور مسلم لیگی راہنما ابوالحسن اصفہانی کے حصہ میں آئی ہے، دیکھئے اقبال کے آخری دو سال، ص: ۳۸۸، ۳۸۹، مصنفہ عاشق حسین بٹالوی، اس کے بعد جس نے بھی اس حوالہ کو نقل کیا ہے، اس نے ابوالحسن اصفہانی کی اس قے کو چاٹا ہے۔ افسوس کہ آپ نے بھی تمیمی صاحب کے کہنے پر ابوالحسن اصفہانی کی اس قے کو چاٹنے کی ''سعادت'' حاصل کرلی۔

۱۹۳۷ء کے انتخابات سے قبل جمعیت علماء ہند سے اتحاد کی خواہش کا اظہار مسلم لیگ اور مسٹر محمد علی جناح نے ۱۹۳۴ء کے مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں مسلم لیگ کی ناکامی کے بعد کیا تھا، اس سلسلہ میں سیّد طفیل احمد منگلوری لکھتے ہیں:

> ''آخر ۱۹۳۲ء میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے جلسے لکھنؤ میں منعقد ہوئے تھے، اس کے دو سال بعد آخر ۱۹۳۴ء میں مرکزی اسمبلی کے انتخابات کا وقت آیا تو اسی سال آل مسلم پارٹیز کے کارکنوں نے ایک جماعت ''مسلم یونٹی بورڈ'' کے نام سے زیر صدارت راجہ سیّد احمد علی خان علوی راجہ سلیم پور قائم کرکے صوبہ متحدہ، صوبہ متوسط، صوبجات بہار و مدراس میں الیکشن

لڑائے، یونٹی بورڈ کے مقابلہ میں بعض صوبوں میں ’’مسلم لیگ پارلیمنٹری مجلس‘‘ کے نام سے ایک جماعت کھڑی ہوئی، مگر یونٹی بورڈ کے مقابلہ میں ناکام رہی، یونٹی بورڈ کی کامیابی میں جمعیت العلماء کا بھی بڑا حصہ رہا تھا، کامیابی کے بعد یونٹی بورڈ کے نمائندوں اور دوسرے مسلمان ممبروں نے مرکزی اسمبلی میں بسرکردگی محمد علی جناح کانگریس پارٹی کے ساتھ اتحادِ عمل کرکے مسلسل دو سال تک حکومت کو خوب خوب شکستیں دیں۔‘‘

(روشن مستقبل ص:۴۵۰، روحِ روشن مستقبل، ص:۱۲۷)

چونکہ ۱۹۳۴ء کے انتخابات اور ان کے نتائج کی روشنی میں بانی پاکستان جان چکے تھے کہ علماء کے بغیر ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں کامیابی ممکن نہیں، اس لئے انہوں نے متحدہ مسلم محاذ کے تحت انتخابات میں حصہ لینے کے لئے جمعیت علماء ہند کے اکابرین سے رجوع کیا، اس سلسلہ کی تفصیلات حضرت مدنیؒ کی زبانی سنیئے:

’’مسٹر جناح نے ۱۹۳۶ء کے الیکشن کے لئے جمعیت علماء ہند سے اتحاد وتعاون چاہا، وہ زمانہ ولنگٹن کی حکومت کا تھا اور آزادی خواہ جماعتوں کی ہر قسم کی غیر قانونی جدوجہد پر سخت قانونی پابندیاں عائد تھیں، مسٹر جناح نے ہم سے چند گھنٹے گفتگو کی اور درخواست پر زور دیا اور کہا کہ میں ان رجعت پسندوں سے عاجز آ گیا ہوں اور ان کو رفتہ رفتہ لیگ سے خارج کرکے آزاد خیال اور ترقی پسند لوگوں کی جماعت بنانا چاہتا ہوں، تم لوگ اس میں داخل ہو جاؤ، ہم نے عرض کیا کہ اگر آپ ان لوگوں کو خارج نہ کرسکے تو کیا ہوگا؟ تو فرمایا کہ اگر میں ایسا نہ کرسکا تو میں تم لوگوں میں آجاؤں گا اور لیگ چھوڑ دوں گا، اس پر مولانا شوکت علی مرحوم اور دیگر حضرات نے اطمینان کیا اور تعاون کرنے پر تیار ہوگئے۔‘‘ (مکتوبات شیخ الاسلام، ص:۳۶۰، ج:۱)

یہ تو حضرت مدنیؒ کی زبانی احوال تھا، بانی پاکستان اس سلسلہ میں کیا کہتے ہیں، لیجئے پڑھیئے، چنانچہ سیّد طفیل احمد منگلوری لکھتے ہیں:

’’اس کے بعد (یعنی مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے بعد) جبکہ صوبوں کی اسمبلیوں کے انتخابات کا وقت آیا تو شروع ۱۹۳۶ء میں یونٹی بورڈ کی مجلس عاملہ نے دہلی میں ایک اجلاس منعقد کیا، اس میں مسٹر جناح کی طرف سے مسٹر عبدالمتین چوہدری نے کہا کہ بجائے یونٹی بورڈ کے مسلم لیگ کے نام سے الیکشن لڑائے جائیں اور اس پرانی جماعت کو مضبوط کیا جائے، دوسرے روز قرول باغ میں مولانا شوکت علی کے مسکن پر اس بارہ میں مفصل مشورہ ہوا جس میں یونٹی بورڈ، مسلم لیگ اور جمعیت العلما ہند کے خاص خاص اراکین شامل تھے۔ اس میں یہ بحث پیش آئی کہ جو لوگ اپنا مسلک کامل آزادی رکھتے ہیں وہ مسلم لیگ کے ممبر کس طرح بن جائیں؟ اس پر مسٹر جناح نے کہا کہ جو لوگ آگے ہیں ان کا پیچھے والوں کے ساتھ شامل ہو جانا

www.banuri.edu.pk

کوئی قابل اعتراض عمل نہیں ہے، ہم لوگ آپ کے پیچھے چلیں گے، اس وقت حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا کہ آپ ۱۹۲۰ء میں بھی تو ہمارے ساتھ تھے، اب اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آئندہ بھی آپ ساتھ رہیں گے؟ مسٹر جناح نے فرمایا کہ: نہیں! ''میں اب ساتھ سے نہیں ہٹوں گا'' اسی سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ: ''میں آزادی خواہ طاقتوں کی حمایت کروں گا، خودغرض، سرکار پرستوں اور سرکاری عنصر کو مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ میں نہ لوں گا... اور مذہبی معاملات میں ہر فیصلہ علماء ہند کی رائے کے مطابق کروں گا، اگر اس سے معذور رہا تو مسلم لیگ چھوڑ کر آزادی خواہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کروں گا'' ان معاہدوں کے بعد قرار پایا کہ بجائے مسلم لیگ کے ''مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ'' الیکشن کی غرض سے قائم کیا جائے، جس میں تمام مسلم جماعتیں شریک ہوں۔''

(روح روشن مستقبل، ص: ۱۲۷، ۱۲۸)

الغرض جمعیت علماء ہند اور ہندوستان کی دیگر آزادی خواہ جماعتوں نے پوری جدوجہد کر کے مسلم لیگ کی کامیابی کی محنت اور جدوجہد کی، تاآنکہ مسلم لیگی لیڈر جناب خلیق الزمان کو کہنا پڑا کہ: ''تمیں برس کی مردہ لیگ کو تو نے زندہ کیا'' لیجئے حضرت مدنیؒ کی زبانی سنیئے:

''چنانچہ ہم نے پورا تعاون کیا اور تقریباً پونے دو مہینے کی رخصت بوضع تنخواہ دارالعلوم سے لی اور اتنی جدوجہد کی کہ ایگریکلچرسٹ پارٹی اور دوسرے رجعت پسند امیدواروں کو شکست ہوئی اور تیس یا اس سے زائد ممبر لیگ کے کامیاب ہوئے، جس پر چوہدری خلیق الزماں نے مجھ کو ایک خط میں لکھا کہ: ''تمیں برس کی مردہ لیگ کو تو نے زندہ کیا'' ہم نے لیگ کا تعارف عام مسلمانوں سے کرایا اور لیگ کی آواز کو ہر جگہ پہنچایا، اس وقت مسٹر جناح نے جمعیت کا تیار کیا ہوا مینی فسٹو قبول کیا اور (اخبار) تیج میں شائع کیا، جس کی پہلی دفعہ یہ تھی کہ اسمبلیوں اور کونسلروں میں اگر خالص مذہبی مسئلہ پیش ہوگا تو جمعیت علماء ہند کی رائے کو خاص وقعت اور اہمیت دی جائے گی۔''

(مکتوبات شیخ الاسلام، ص: ۳۶۱، ج: ۱)

جناح صاحب کے انتخابی مینی فسٹو کی قبولیت کے بارہ میں حضرت مدنیؒ کی ہمنوائی کرتے ہوئے پروفیسر محمد خلیل اللہ لکھتے ہیں:

''لیگ نے اپنا انتخاب نامہ (الیکشن مینی فسٹو) شائع کیا، جس میں کہا گیا کہ اسمبلیوں میں مسلم لیگی ارکان مذہبی معاملات میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے سلسلہ میں جمعیت علماء ہند کی رائے اور فیصلوں کو پوری وقعت دیں گے۔''

(تحریکِ پاکستان، ص: ۲۵۲، از پروفیسر محمد خلیل اللہ وائس پرنسپل اردو کالج کراچی)

www.banuri.edu.pk

اسی طرح ۱۹۳۷ء کے انتخاب میں علماء نے مسلم لیگ کی حمایت وتعاون میں کیا کردار ادا کیا؟ چوہدری خلیق الزمان لکھتے ہیں:

''ہماری خوش قسمتی سے مولانا شوکت علی خلافت کے مایہ ناز لیڈر اس وقت زندہ تھے، انہوں نے مفتی عنایت اللہ اور مولانا جمال میاں کی معیت میں پورے صوبہ کا دورہ کیا، مولانا حسین احمد، مولانا احمد سعید، مولانا حامد بدایونی اور مولانا کرم علی نے مسلم پارلیمنٹری بورڈ کی حمایت میں سارے صوبہ کی خاک چھان ڈالی...۔'' (شاہراہِ پاکستان، ص:۶۱۸)

اس انتخاب میں جمعیت علماء ہند اور دوسری آزادی خواہ جماعتوں کی محنت وجدوجہد کے طفیل مسلم لیگ کے ۲۹ نمائندے کامیاب ہوگئے، لیجئے چوہدری خلیق الزمان کی زبانی سنیئے:

''ہمارے ۳۶ نمائندوں میں ۲۹ نمائندے کامیاب ہوئے یعنی تقریباً ہم کو ۸۰ فیصد کامیابی ہوئی، کانگریس کی ٹکٹ پر کوئی مسلمان یوپی سے کامیاب نہ ہوا۔'' (شاہراہ پاکستان، ص:۶۱۸)

''میر'' صاحب! کیا ان مذکورہ بالا حوالہ جات اور تفصیلات سے یہ بات صاف اور بے غبار نہیں ہوجاتی کہ مسٹر جناح اور اکابرین جمعیت کے درمیان ہونے والی گفتگو یا مسلم یونٹی بورڈ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں جس میں جمعیت کے مرکزی رہنما بھی موجود تھے، اکابرین جمعیت کی طرف سے کسی قسم کی رقم کا مطالبہ یا مسٹر جناح کی طرف سے اس کے انکار، اور انکار پر جمعیت کی علیحدگی کا ذکر تک نہیں ہے۔ اسی طرح کیا حضرت مدنیؒ اور چوہدری خلیق الزمان کی عبارات سے یہ بات بخوبی واضح نہیں ہوجاتی کہ ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں بغیر کسی لالچ اور رغبت کے جمعیت کا پورا تعاون مسلم لیگ کے ساتھ رہا اور جمعیت کی مساعی سے مردہ لیگ کو زندہ اور عوام میں متعارف کرایا گیا؟ اور بقول چوہدری خلیق الزمان حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا احمد سعیدؒ صاحب نے دیگر علماء کی معیت میں مسلم پارلیمنٹری بورڈ کی حمایت میں پورے صوبہ یوپی کی خاک چھان ڈالی، جس کے نتیجے میں ۲۹ ارکان لیگ کامیاب ہوئے۔ اگر ان حضرات کی علیحدگی رقم کا مطالبہ پورا نہ ہونے پر ہوتی تو وہ انتخابات سے پہلے الگ نہ ہوجاتے؟ اگر ان حضرات کی حمایت پچاس ہزار روپے کے عوض تھی، تو رقم نہ ملنے کی صورت میں انہوں نے مسلم لیگ کی حمایت کیوں کی؟ اور مسلم لیگ کو ۲۹ سیٹوں پر کامیاب کیوں کرایا؟

''میر'' صاحب! آپ ہی بتلایئے: کہ آپ کو اس پوری روئیداد میں کہیں کسی رقم کا مطالبہ نظر آیا؟ یا انتخابات سے پہلے الگ ہونے یا حمایت نہ کرنے کا کہیں ذکر نظر آیا؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو اس اتہام و بہتان کا کیا معنی؟

ہم صرف اسی پر اکتفا نہیں کریں گے، بلکہ ہم ان حضرات کی پاکدامنی اور مسلم لیگ کی حمایت کے دوران سفر خرچ کے حساب وکتاب اور صفائی معاملات کی شہادت بھی چوہدری خلیق الزماں کی زبانی سنانا چاہیں گے، لیجئے پڑھیئے:

''اس الیکشن کے سلسلے میں پنڈت جواہر لال کا ایک خط رفیع احمد کے نام مسلم لیگ

www.banuri.edu.pk

والوں کے ہاتھ لگ گیا، جس میں مولانا حسین احمد کو روپیہ دینے کے متعلق ذکر تھا، اس کو مسلم لیگ والوں نے خوب خوب اچھالا، تاکہ عوام یہ سمجھ لیں کہ نثار احمد شیروانی، جن کی جمعیت علماء تائید کررہی تھی، وہ دراصل کانگریسی نمائندے ہیں، یہ تو واقعہ تھا کہ وہ کانگریسی نمائندے تھے، مگر مولانا حسین احمد کو روپیہ دینے کے معاملے میں ان پر الزام صحیح نہیں تھا، کیونکہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جب کبھی میں نے ان کو انتخابات کے دورے وغیرہ کے مصارف کے متعلق روپیہ دیا تو اس کا ایک ایک پیسے کا حساب انہوں نے مجھے دیا اور بقیہ رقم مجھے واپس کردی، اس لئے میرا خیال ہے کہ جس روپے کا ذکر تھا وہ انہیں الیکشن کے مصارف کے متعلق دیا گیا ہوگا۔''

(شاہراہ پاکستان، ص:۶۳۴)

ہمارا خیال ہے کہ چوہدری خلیق الزمان کی اس شہادت کے بعد نسلی تو کجا کسی ''فصلی میر'' کو بھی ان حضرات کی پاکدامنی میں شک نہیں رہنا چاہئے، لہٰذا ''میر'' صاحب کو اس کڑوے سچ کو نگل لینا چاہئے، اگر انہوں نے یہ ہمت کرلی تو انشاء اللہ! اس کی برکت سے اکابرین امت سے بدظنی و بدگمانی کی تمام مہلک روحانی بیماریاں ان کے دل و دماغ سے کافور ہوجائیں گی۔

اب رہی یہ بات کہ جمعیت علماء ہند مسلم لیگ سے کب اور کیوں الگ ہوئی تھی؟ اور اس کے اسباب و محرکات کیا تھے؟ اس کے لئے حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ کی وضاحت پڑھیے:

''مگر افسوس کہ لیگ نے کامیاب ہونے کے بعد پہلے ہی اجلاس لکھنؤ میں اپنے عہد و وفا کو توڑ دیا اور ان رجعت پسند، خوشامدی، انگریز پرست لوگوں کو لیگ پارٹی میں داخل کرنے کے خواستگار پُرزور طریقہ پر ہوئے جن کو خارج کرنے کا اعلان کیا گیا تھا اور ان کے متعلق ہر شخص کو معلوم تھا کہ ہمیشہ ان کی زندگی قومی تحریکات کی مخالفت اور انگریز پرستی میں گزری ہے، ان سے وہیں کہا گیا کہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ ان لوگوں کو نکال دیا جائے گا اور آج ان کو لیگ میں لانے اور پارٹی میں ان کو جگہ دینے کی کوشش کررہے ہیں تو بگڑ کر کہا کہ وہ پولیٹیکل وعدے تھے، علاوہ اس کے اور متعدد اعمال خلاف اعلان عہود کئے، جس کی بنا پر سخت مایوسی ہوئی اور بجز علیحدگی اور کوئی صورت سمجھ میں نہ آسکی، انہوں نے مرکزی اسمبلی میں شریعت بل پاس نہ ہونے دیا۔ قاضی بل کی سخت مخالفت کی، انفساخ نکاح کے متعلق غیر مسلم حاکم کی شرط کو قبول کرلیا، آرمی بل پاس کیا وغیرہ وغیرہ۔''

(مکتوبِ شیخ الاسلام، ص:۳۶۱، ج:۱)

ان تفصیلات سے واضح ہوگیا کہ جب مسلم لیگ جیت گئی اور اس نے اپنے وعدہ کا پاس نہ کیا تو اکابرین جمعیت نے ان کی بدعہدی کے پیش نظر ان سے علیحدگی اختیار کرلی۔ ''میر'' صاحب مکرر عرض ہے کہ ۱۹۳۷ء کے انتخابات کی پوری تفصیل، مسلم لیگ کی کامیابی، انتخابی مہم میں جمعیت علماء کی جدوجہد وغیرہ میں آپ کو کہیں کسی رقم کا مطالبہ نظر آیا؟

جب کہیں کسی رقم کا مطالبہ نہیں، تو ان پاکبازوں پر الزام تراشی کون سی شرافت ودیانت ہے؟ پھر آج جب اس قضیہ اور ان حضرات کی رحلت ووفات کو پون صدی کا عرصہ گزر چکا، اب اس کو اٹھانا، اچھالنا، اس کے ذریعے ان پاک نفوس پر الزام لگانا، ان کے پاک وصاف کردار کو داغ دار کرنا اوران کے لاکھوں معتقدین کو اذیت پہنچانا اور نئی نسل کو ان مقربین الٰہی سے بدظن کرنا، کون سی ملک وملت کی خدمت ہے؟ کیا ان کا یہی جرم تھا کہ انہوں نے مردہ مسلم لیگ میں روح پھونک دی تھی اوران کے ۲۹ نمائندے کامیاب کرائے تھے اور بلا تنخواہ دارالعلوم دیوبند سے رخصت لے کر پورے ہندوستان کا چکر لگا کر مسلمانوں کو بیدار کیا تھا؟ اور ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلم لیگ کو ووٹ دینے کی محنت وجہد کی تھی؟ کیا ایسے محسن، اس کے مستحق ہیں کہ ان کو بدنام کیا جائے؟ اوران کے اجلے کردار کو داغ دار کیا جائے؟

''میر'' صاحب! کیا آپ یہ برداشت کریں گے کہ آپ کے بڑوں کے خلاف خودساختہ الزامات تراش کر انہیں بدنام کیا جائے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آنجناب ان اکابر کے خلاف اس یاوہ گوئی پر کیوں مصر ہیں؟؟؟

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

www.banuri.edu.pk